# مرثیہ شام غریباں

شاعر اُمّی سید صادق علی ''چھنگا صاحب'' مرحوم حسین آباد جائسی

آج مقتل میں عجب بے سرو ساماں ہیں حرم　　دل ہیں مجروح کھلے سر ہیں پریشاں ہیں حرم
قتلِ شبیرؑ سے بیتاب ہیں گریاں ہیں حرم　　وارثوں میں نہیں اب کوئی تو حیراں ہیں حرم
ذکر مظلومیٔ شاہِ مدنی کرتے ہیں
کبھی آہیں تو کبھی سینہ زنی کرتے ہیں

خیمے سب جل چکے ہیں لوٹ چکے ہیں اعدا　　فرق پر ہے کسی بی بی کے نہ مقنع نہ ردا
شام ہونے کو ہے سنسان ہے جنگل سارا　　پاس بچوں کو لئے بیٹھی ہیں بنت زہراؑ
پیار کرتی ہیں اِسے گہہ اسے سمجھا تی ہیں
کوئی معصوم جو روتاہے تو بہلاتی ہیں

روکے فرماتی ہیں یہ خواہرِ سلطانِ انام　　اٹھو سجاد کہ اب دن ہوا جاتا ہے تمام
جھٹ پٹا وقت ہے کچھ دیر میں ہونے کو ہے شام　　اب نہ قاسمؑ ہیں نہ عباسؑ نہ اکبرؑ نہ امامؑ
دلِ پُر درد پہ اک غم کی گھٹاچھائی ہے
رات ہونے کو ہے اور عالمِ تنہائی ہے

کان میں پہونچی جو سجادؑ کے زینبؑ کی صدا　　کھول کر آنکھ یہ کی عرض بصد آہ و بکا
کیا کہوں آپ سے قابو میں نہیں دل بخدا　　تپ زیادہ ہے توغفلت بھی ہے کچھ آج سوا
کون مارا گیا اور کون جدا ہوتاہے
مجھ کو کچھ ہوش نہیں ہے کہ یہ کیا ہوتاہے

بولے فضہ سے یہ پھر عابدِ بیمار و حزیں جتنے بچے ہیں بلالو تو انہیں میرے قریں
جمع فضہ نے کیا بچوں کو لالا کے وہیں پر نہ دو لڑکے تھے اور ایک سکینہؑ غمگیں
ڈھونڈنے چار طرف مثل نظر جاتی تھی
ان کے رونے کی صدا بھی نہ مگر آتی تھی

کہا عابد نے کہ اے خواہرِ سلطانِ ہدا لایئے شہ نے بنائی ہے جو فردِ شہدا
دیکھ لوں وہ تو مرے دل کو تسلی ہو ذرا نام تحریر ہے اس فرد میں کس کا کس کا
جو گئے خلد میں اب خواب ہے صورت ان کی
جو مرے ساتھ ہیں لازم ہے حفاظت ان کی

سن کے یہ کہنے لگیں زینبؑ تفتیدہ جگر لے گئے لوٹ کے اسباب تو سب بانیٔ شر
اسی اسباب میں وہ فرد بھی تھی اے دلبر سن کے کہنے لگے سجادؑ یہ بادیدۂ تر
فکر کچھ اور میں پابندِ الم کرلوں گا
قتل جو ہوگئے نام ان کے رقم کرلوں گا

کہہ کے یہ لکھنے لگے خاک پہ نامِ شہدا یاد آئے جو وہ سب کرنے لگے آہ و بکا
دل پہ اک تیر لگا نام جو اصغرؑ کا لکھا غمِ جانکاہ سے تھرا گئے سارے اعضا
یاد کرتے تھے انہیں جب تو جگر جلتا تھا
تین بچوں کا کہیں پر نہ پتہ چلتا تھا

روکے کرنے لگیں سجادؑ سے زینبؑ یہ کلام جائے تشویش ہے دن کوئی گھڑی میں ہے تمام
ڈھونڈھنے بچوں کو جاتی ہوں کہ ہو جائے نہ شام دو اجازت مجھے بیٹا کہ تمہیں اب ہو امامؑ
راستہ بھول گئے ہیں نہ ادھر آئیں گے
دشت میں جاکے پکاروں گی تو مل جائیں گے

لے کے رخصت چلیں عابد سے وہ بنتِ زہراؑ آ ذرا ساتھ مرے مڑ کے یہ فضہ سے کہا
وہ بھی ہمراہ ہوئیں کرتی ہوئی آہ و بکا پاؤں رکھتی تھیں کہیں اور کہیں پڑتا تھا
جا بجا دشت میں لاشے جو نظر آتے تھے
دل دھڑکتا تھا قدم خوف سے تھرّاتے تھے

آہ تھی لب پہ رواں اشک تھے اور دل تھا فگار اک طرف کو یہ چلی جاتی تھیں باحالتِ زار
ناگہاں دور سے دکھلائی دیا ایک سوار بولیں فضہ سے یہ زینبؑ کہ ذرا بڑھ کے پکار
منتیں اس کی کریں گے تو ترس کھائے گا
اس سے بچوں کا پتہ دشت میں مل جائے گا

حکم پانا تھا کہ فضہ نے یہ دی بڑھ کے صدا اے سوار اس طرف آ اس طرف آ بہرِ خدا
کوئی تکلیف نہ دیں گے تجھے ہم اس کے سوا ہم غریبوں کی ہے اک عرض اسے سنتا جا
دل ہے مجروح بہت روئی جو ہے بھائی کو
تجھ سے کچھ پوچھنا ہے فاطمہؑ کی جائی کو

متوجہ ہوا وہ سنتے ہی فضہ کی صدا پاس آ کر کہا کیا پوچھتی ہے اے دکھیا
بولیں یہ خواہرِ شبیرؑ کہ اے مردِ خدا کسی بچے کو تو دیکھا نہیں تو نے یہ بتا
تشنہ لب ہیں، وطن آوارہ ہیں، دکھ پائے ہیں
چھوٹ کر ساتھ سے جنگل میں چلے آئے ہیں

عرض کی اس نے جگر تھام کے بادیدۂ تر ابھی صحرا میں جو اک سمت پڑی میری نظر
دیکھا اک لاشۂ پُرخوں ہے زمیں پر بے سر لڑکی اک چھوٹی سی بیٹھی ہوئی روتی ہے مگر
وہ بھی روتا ہے ادھر جس کا گذر ہوتا ہے
اس کے نالوں سے عجب دل پہ اثر ہوتا ہے

روکے فرمانے لگیں زینبؑ مجروح جگر مہربانی کا صلہ دے تجھے ربِّ اکبر
بس پتہ مل گیا احساں ہوا تیرا مجھ پر کہہ کے اس سمت چلیں گریہ کناں خاک بسر
اشک خوں بہتے تھے قابو میں دلِ زار نہ تھا
ایک فضہ کے سوا دوسرا غمخوار نہ تھا

پہونچیں القصہ وہاں پایا تھا جس جا کا پتا دیکھا اس جا پہ ہے اک نور سے معمور گڑھا
لاش اک اس میں پڑی ہے کہ نہیں سر جس کا اور سکینہؑ وہیں بیٹھی ہوئی کرتی ہے بکا
غش جو ہوتی ہے مزہ موت کا مل جاتا ہے
چونک پڑتی ہے تو دل سینے میں ہل جاتا ہے

آئیں نزدیک غرض زینبؑ تفتیدہ جگر بیٹھ کر لے لیا آغوش میں بادیدۂ تر
بولیں لپٹا کے کلیجے سے میں قرباں تجھ پر تو نے پہچان لیا باپ کا لاشہ کیوں کر
ہجر سے مادر ناشاد موئی جاتی ہے
بی بی اب گھر میں چلورات ہوئی جاتی ہے

عرض کی اس نے پھوپھی سے یہ بصد آہ و بکا فرقتِ شہ میں تڑپنے جو لگا دل میرا
آ کے اس دشت میں چلائی میں بابا، بابا اے پھوپھی مجھ کو اسی لاش سے آئی یہ صدا
آئی ہوں سینۂ شبیرؑ پہ سونے کے لئے
کہا زینبؑ نے کہ اب گھر چلو رونے کے لئے

یہ تو بہلاتی تھیں رو رو کے وہ دیتی تھی جواب آتشِ غم سے وہ ننھا سا کلیجہ تھا کباب
گود میں مچلی ہوا دل جو زیادہ بیتاب پیار کر کے اسے زینبؑ نے بچشمِ پُر آب
لی بلائیں کبھی، گہہ آنکھوں سے آنسو پونچھے
خونِ سرور سے بھرے جو تھے، وہ گیسو پونچھے

دونوں بچوں کو چلیں ڈھونڈھنے پھر وہ مضطر　ناگہاں جا پڑی اک سمت بیاباں میں نظر
دیکھتی کیا ہیں کہ وہ باغ نبی کے گل تر　باہیں گردن میں ہیں اور سورہے ہیں رکھے سر
گرد اس طرح ہے ان چاند سے رخساروں پر
ابر باریک ہو جس طرح سے سیاروں پر

آئیں نزدیک جو روتی تو یہ نقشہ دیکھا　مٹی سرکا کے وہاں لیٹے ہیں وہ ماہ لقا
ہونٹ سوکھے ہوئے تھے پیاس جو تھی حد سے سوا　جس جگہ پا کے تری کچھ ہو کلیجہ ٹھنڈا
باپ کا سینہ نہیں ماں کی بھی آغوش نہیں
ایسے غافل ہیں کہ تن کا بھی انہیں ہوش نہیں

دیکھتے ہی انہیں بس بیٹھ گئیں زینبؑ زار　لے کے دونوں کی بلائیں کیا پھر خوب سا پیار
سر رکھے خاک سے زانو پہ اٹھا کر اک بار　بولیں اب گھر میں چلو نیند سے ہو کر ہشیار
سرد جنگل کی ہوا باعثِ آرام ہوئی
دشت غربت میں خبر بھی ہے تمہیں شام ہوئی

نیند سے جب ہوئے ہشیار نہ وہ رشکِ قمر　جھک کے پھر غور سے چہروں پہ کی زینبؑ نے نظر
دم نہ پایا تو یہ فرمانے لگیں پیٹ کے سر　شاید ان دونوں کا اب ہو گیا دنیا سے سفر
دشت ِ غربت میں کیا سب سے کنا را بچو
ہائے بے موت تمہیں پیاس نے مارا بچو

عرض کرنے لگیں زینبؑ سے یہ فضہ غمگیں　بی بی ہے ہے مرے دل کو یہی ہوتا ہے یقیں
لوٹ کر خیموں کو جانے لگی جب فوجِ لعیں　آ گئے گھوڑوں کی ٹاپوں میں یہ خورشید مبیں
حال ان کے جگر وقلب کو تڑپاتے ہیں
پھول سے جسموں پہ سب نیل نظر آتے ہیں

بس حسینؔ روک قلم اب نہیں تابِ تحریر　دل میں نشتر کی طرح چبھتے ہیں اب رنج کے تیر
صاف ہر زخم صدا دیتے ہیں ہے ہے شبیرؑ　کیسی برگشتہ ہوئی اہلِ حرم کی تقدیر
آسماں گر نہ پڑا چھٹ کے ستمگاروں پر
ظلم کیا کیا نہ کئے فاطمہؑ کے پیاروں پر